

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے پر انعامات کی تقسیم

**بَذَلُ الْجَوَائِزِ عَلَى الدَّعَاءِ**

**بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَائِزِ**

— ۱۳۱۱ھ —

**مصنف**

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

# بَذَلُ الْجَوَائِزِ عَلَى الدِّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَائِزِ

(نماز جنازہ کے بعد دُعائے پُر انعامات کی تقسیم)

۱۳

مسئلہ ۶۴ استفتاء از کانپور

بشرط ملاحظہ جامع المعقولی والمنقولی واقعت الفروع والاصول حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، پس از تسلیم معروض، براہ کرم اس کا جواب جلد مرحمت فرمائیے گا۔ و التسلیم محمد عبدالوہاب از کانپور، مدرسہ شریعت عام۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جو بلاد و کن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نماز جنازہ قبل کفرق صغوف یعنی امام و مقتدی دونوں رُود بقبیلہ اسی ہیئت معلومہ صلاۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں اور میت کے حق میں چند دُعائیں و سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر بچتے ہیں آیا یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ اس کا شافی جواب بکر العبارات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ مرحمت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ حَبِيبِ الدَّعَوَاتِ وَافْضَلِ الصَّلَاةِ وَ أَكْمَلِ التَّحِيَّاتِ عَلَى صَلَاةِ الْآحْيَاءِ وَمَعَادِ الْأَمْوَاتِ خَالِصاً  
 اشر کے نام سے شروع نہایت مہربان، رحم والا۔  
 سب خوبیاں خدا کے لئے جو دعائیں قبول فرماتے  
 والا ہے، اور بہتر و درود، کامل تر و نیکتر ہیں ان  
 پر جو زندوں کی پناہ گاہ، مژدوی کامرین، خالص

الخیر و محض البرکات فی الحیاة  
 الاولی و الحیاة العالیی بعد السمات  
 و علی البد و صاحبہ کریبی الصفات  
 ما بعد ما ضی و قریب امت  
 آمین .

محض خیر و برکت ہیں دنیا کی زندگی میں اور بعد  
 موت کی بالاتر زندگی میں، اور ان کے بزرگ  
 صفات والے آل و اصحاب پر، جب تک کوئی  
 گزرنے والا دور اور آنے والا قریب ہو تکلیف  
 الہی قبول فرما۔ (ت)

ادھر ماہِ فاخر حضرت مفیض المعانی شہر ربیع الآخر ۱۳۱۱ ہجری میں اس مسئلہ کے متعلق ایک  
 سوال بعض اہل علم دست نے یمنی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق مدیجی پر مشتمل دیا گیا، اب کہ  
 ۱۲ وجہ المرجب ۱۳۱۱ھ کو یہ سوال کا پورہ مدبر فیض مام سے آیا اس میں صورت نازلہ شکل مسئلہ یمنی سے  
 ہوا ہے، وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللہم لا تحرمننا اجرہ و تقننا بعدہ و اغفر لنا  
 ذلنہ یا مثل اس کے کی جاتی ہے، یہاں یوں ہے کہ قبل تغریب صفوف رو قبلہ اسی بیات مسلّمہ پرت تم  
 رہتے ہیں الخ اداسے جن افتاء کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر حکم کی فتویٰ نظر کا و عار تک پہنچے  
 اور فقیر کو تجرّبہ ہے کہ بہت عوام تمایز صورت سے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً بھی انھیں غلط میں ڈالتے ہیں،  
 لہذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر نا مناسب کہ میں نہ تو عرف اہل زمانہ نہ فہم جاہل (جو اپنے  
 زمانہ والوں سے نا آشنا ہو وہ جاہل ہے۔ ت) وہاں تحقیق مدیجی تھی یہاں بیونہ عز و جل ایک مقدمہ  
 تمہید کے نتیجے فقہی سے کام لیجے کہ باوصف تکرار، تکرار بھی نہ ہو اور ایضاً مرام و راحت اور اہم بھی کچھ نہ تھا  
 نہایت کہ پہنچے فاقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق (توین کہتا ہو  
 اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اس کی مدد سے بلندی تحقیق تک سائی ہے۔ ت) سلفاً و خلفاً  
 انما اہلست و جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنابہم کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لئے دعا محبوب  
 اور شرعاً مطلوب، نصوح شرعیہ آیہ و حدیثاً بارہ دعا، ارسال مطلق و اطلاق مرسل پر وار و جن میں کسی  
 زمانہ کی تعلید و تجدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب و مشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز و ممنوع۔  
 چند حدیثیں فتویٰ ادلی میں گزریں، یہاں بعض احادیث تازہ ذکر کردوں کہ فیض و عطائے حضرت رسالت  
 علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ محدود نہیں۔

حدیث ۱: حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
 اکثر الدعا۔ المعاکف فی مستدرک عن دعا بکثرت کما۔ اسے حاکم نے مستدرک میں حذر ابن عباس  
 المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۲۹/۱

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور اسے صحیح  
کہا۔ امام سیوطی نے بھی اس کے صحیح ہونے کا  
نشان (رمز) لگایا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصحہ  
وس مزالامام السیوطی لصحته۔

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
اذا سأل احدکم فلیکثر فائدا  
یسأل مرأۃ ابن جبتان فی صحیحہ و  
الطبرانی فی الاوسط عن امہ المؤمنین  
العصماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند  
صحیح۔

جب تم میں سے کوئی شخص دُعا مانگے تو بکثرت کرے  
کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے۔ اسے  
ابن جریران نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے المعجم الاوسط  
میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پسند  
صحیح روایت کیا۔

اقول یہ حدیث سوال و مسئلہ دونوں میں بکثرت کی طرف ارشاد فرماتی ہے مسئلہ میں یوں کہ  
بہت کچھ مانگے، بڑی چیز مانگے کہ آخر ربّ قدیر سے سوال کرنا ہے، اور سوال میں یوں کہ بار بار مانگے،  
بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے، وہ بکثرت سوال سے خوش ہوتا ہے بخلاف ابن آدم کے کہ بار بار  
مانگنے سے جھنجھلا جاتا ہے واللہ الحمد و حمدہ (قرضائے یکتا ہی کے لئے ساری غریباں ہیں۔ ت)  
حدیث ۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اکثر من الدعاء فان الدعاء یورد  
القضاء المبرور۔ ابو الشیخ عن انس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ۔  
دُعا بکثرت مانگ کہ دُعا قضا کے مبرم کو نال دیتی  
ہے۔ اسے ابو الشیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سے روایت کیا۔

اقول اس معنی کی تحقیق کہ یہاں قضا مبرم سے کیا مراد ہے، فقیر نے اپنے رسالہ ذیل المدعی  
لاحسن الدعاء میں ذکر کیا۔

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
لقد بارک اللہ لرجل فی حاجۃ اکثر الدعاء  
فیہا۔ البیہقی فی الشعب و الخطیب

جیشک اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی آدمی کی اس حاجت  
میں جس میں وہ دُعا کی کثرت کرے۔ اسے بیہقی نے

مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب سوال العبد و حاجت کلما الخ مطبوعہ دار الکتب بیروت ۱۰/۱۵۰  
سکز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مومن الرسالہ بیروت ۲/۶۳  
سکز شعب الایمان ذکر فصول فی الدعاء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/

فی التماس یخ عفت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
شعب الایمان میں اور عقیب نے تاریخ میں حضرت  
جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵: حضرت دُعا سے گہرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا، ایسے کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

لا یزال یسجّد لطلب العلم یأثم او قطعیۃ  
مرحم ما لم یستجمل قیل یا رسول اللہ ما الاستجمل  
یقول قد دعوت وقد دعوت فلم اری استجیب لی  
فیستحسر عند ذلک ویدع الدعاء مسلم  
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واصل  
الحديث عند الشیخین والجب داؤد و  
الترمذی وابن ماجہ جمیعاً عنہ و  
فی الباب وغیرہ۔

یہاں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے مراد ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ اور حدیثیں ہیں۔ (ت)

حدیث ۶ و ۷: حدیث حسن میں تصریحاً ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:  
اطلبوا الخیرہ ہر کو کلمہ و کفر ضوا التفتحات  
مرحمة اللہ فان للہ نفعات من رحمۃ  
یصیب بہا من یشاء من عبادہ۔ ابو بکر  
بن ابی الدنیا فی الفسح بعد الشدة و  
الامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد  
الترمذی فی نوادر الاصول والبیہقی فی  
شعب الایمان وابونعیم فی حلیۃ  
الادلیاء عن انس بن مالک و فی الشعب

ہر وقت ہر گھڑی ہر عمر ہر شہر مانگے جاؤ اور تجلیات  
رحمت الہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عز و جل کس لئے اس  
کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے  
چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ اسے ابو بکر بن ابی الدنیا نے  
"الفرح بعد الشدة" میں امام اہل عارف باللہ  
سیدی محمد ترمذی نے نوادر الاصول میں، بیہقی نے  
شعب الایمان میں، ابونعیم نے حلیۃ الادلیاء میں  
انس بن مالک سے اور شعب الایمان میں حضرت

لے صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعاء  
مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۵۲/۲  
مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۲۳

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و  
تقدم نحوه للطبرانی فی المعجم الکبیر  
عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه فی الفتوی الاولی قال العامری حسن  
صحیح **اقول** وقول حسن حسن صحیح  
لما ساری من تقدمه طرقه وقد حسن الشیخ  
محمد حجازی الشرح فی حدیث  
المعجم الکبیر۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا۔  
اور اسی کے ہم معنی حدیث طبرانی کی ترجمہ کے حوالے  
سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت  
پہلے فتویٰ میں گزر چکی ہے۔ عامری نے کہا یہ  
حدیث حسن صحیح ہے۔ **أقول** اور میرا اسے حسن کہا  
اتھا اور درست ہے، کیونکہ اس کے متعدد طرق  
ہیں۔ اور شیخ محمد حجازی شہرانی نے ترجمہ کی حدیث  
کو حسن کہا ہے۔ (د ت)

یہاں تو بکھرا اللہ نہ صرف اطلاق بلکہ مراۃ تعلیم زمانہ ہے جس میں نماز جنازہ سے قبل و بعد متصل و منفصل  
سب اوقات قطعاً داخل، تو جس وقت دعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حدوۃ ہے، تو جب تک  
کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منہ و انکار و حکم شرع کا رد و ابطال ہے۔ اب وہ  
عدم فعل خصوص و عدم ورود خاص کا مشکوکہ جس سے حضرات حکمین امثال مسائل میں اکثر منالطہ دیتے  
ہیں، راستہا بغور ہو گیا کہ جب یہ تصریح تعلیم امر شرع وارد تو یقین ازمنہ تحت امر داخل، پھر کسی خاص  
میں عدم ورود کیا معنی، بہ استناد اگر ہو گا تو ایسا ہو گا کہ زید کے اگر یہ قرآن عظیم میں اقیما واصلوۃ  
و غیرہ بصیغہ عموم وارد مگر خاص میں یہ انام لے کر حکم کہاں ہے تو نتیجہ پر فرضیت نماز کا ثبوت نہیں۔ آپ سے  
ذی ہوش سے ہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل تو کو بھی داخل۔ اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔  
غرض ایسا مبارکہ تو مقیاس الجنون کے اعلیٰ نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہو گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو  
کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے، جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعویٰ کرے وہ مدعی ہے  
باز ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن  
کا حکم نوکرے گا کہ لا یمضی علی من لدانی نصیب من عقل مصیب (جیسا کہ ہر اس شخص پر  
واضح ہے جسے عقل صحیح کا کوئی بھی حصہ نصیب ہوا ہے۔ ت) اس مقدمہ واضحہ کے بعد ان کلمات فقہاء  
پر نظر ڈالے کہ جن سے یہ مادہ صاجون کو دھوکا ہوا ہو مشیاء لوگ دانستہ عوام کو منالطہ دیں۔

**اقول** عامۃ کتب میں یہ عام اقوال ہرگز اطلاق و ارسال پر نہیں کہ بعد نماز جنازہ مطلقاً دعا کو  
مکروہ لکھتے ہیں، اور کیونکہ لکھتے کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ و ائمہ سلف و خلف  
کے اقوال و افعال کثیرہ متواترہ اور غواض فقہاء کی تصریحات و اقروہ و کلمات و مکتوفہ۔ غلامیرہ کہ نصیر میں حدیث

اجماع اُمت اس تعلیم و اطلاق کے نو پر شاہ عدل ہیں، معلوم نہیں حضرات معکین کے یہاں زیارت قبور نماز جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہو لیتی ہے۔ اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اُس وقت دعائے اموات میں جو احادیث و اقوال علماء و فقہائے قدیم و حدیث دار و دیں اپنے ظہور بین کے سبب اظہار سے مخفی ہوئی اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ ہاں انھوں نے تعلیم کی اور کما ہے سے کہ بلفظ قیام یعنی یہ کہا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے قیام برائے دعا نہ کرے نہ یہ کہ بعد نماز جنازہ دعا ہی نہ کرے۔ جامع الرموز میں ہے: لا یقوم داعی الہ (میت کے لئے دعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔ ت) ذخیرہ کبریٰ و محیط دلفیہ میں ہے: لا یقوم بال دعا بعد صلاة الجنازة (نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ ت) کشف الغطاء میں ہے: قائم نشود بعد از نماز برائے دعا نہ آئی اکثر اکتب (نماز کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے، ایسا ہی اکثر کتابوں میں ہے۔ ت) اُسی میں منقول ہے: منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ (کتبوں میں مخالفت بلفظ قیام کے ساتھ آئی ہے۔ ت) قواعد مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے صریح مخالف سے تمسک و استناد کرے گا و لکن النجدیة قوم یہ جملوں (مگر نجدیہ ایسی قوم ہے جس کے پاس علم نہیں۔ ت)

**ثعا قول و باللہ التوفیق** (پھر میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) اب نظر بلند ترقی پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہو گی کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء پر حکم دے رہے ہیں۔ آخر نفس دعا اصل صلح مخالفت نہیں۔ نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں، شاید کھڑے ہو کر دعا منع ہو کر غلط ہے،

قال اللہ تعالیٰ یدکرون اللہ قیاماً وقعوداً  
وعلىٰ جنوبہم۔ وقال تعالیٰ وانه لما قام  
عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے  
اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:  
بے شک جب وہ بندہ خدا اس سے دعا کرتا تھا تو

۲۸۳/۱	کتبہ اسلامیہ گنبد خاموس ایران	فصل فی الجنازہ	جامع الرموز
ص ۵۶	مطبعہ مشترکہ بالہامانشرہ (انڈیا)	باب الجنازہ	سہ قنیہ
ص ۴۰	مطبع احمدی دہلی	فصل ششم نماز جنازہ	سہ کشف الغطاء
			سہ ایضاً

لبس دے۔

تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر نہ بہت ٹوٹ پڑیں گے (ت)

شاید خاص میت کے لئے استناده و عارض ہو، یہ بھی غلط ہو، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر میت کے لئے مروی، خود فقہاء فرماتے ہیں، قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنت ہے — فتح القدر میں ہے :

المعجود منها (ای من السنة) لم یس اکا  
نریا س تھا والدعاء عندھا قائما کما  
کانت یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فی الخیر ورج الی البقیۃ۔  
سنت سے معجود صرف قبروں کی زیارت ہے اور  
وہاں کھڑے ہو کر دعا کرنا جیسے قسطنطین نے جانے  
کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا  
عمل مبارک تھا۔ (ت)

مسئلہ منقطع میں ہے :

من آداب الزیادۃ ان یسلّم ثم یدعو  
فانما طویلا وھ ملخصا۔  
زیارت قبروں کے آداب سے یہ سب کہ سلام کرے  
پھر کھڑے ہو کر دیر تک دعا کرے (ت)

شاید یہ جانفت صفت نماز جنازہ کی حالت میں ہو، بعد دفن اجازت ہو۔ یہ بھی غلط۔ ہم نے فتویٰ  
اولیٰ میں حدیث صحیحین ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعش مبارک امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چاروں طرف سے احاطہ کر کے کھڑے ہوئے امیر المؤمنین شہید کے لئے دعا سیں  
کرتے رہے۔ پھر سب سے قلیل نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حسنی و ابرار شیعہ کی صلاحیت بھی ہو  
یا خواہی خواہی یونہی مزاحم ہو جائے گا۔ آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اس کا انضمام دینے میت کو  
کہ شرعاً مطلوب و مندوب تھی مکروہ و معیوب کر دے گا۔ اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پا کر  
اتنا تو جرم کر لیا کہ کوئی معنی خاص مقصود ہے جو مناد و منشاء حکم ہو سکے۔ پھر وہ ہے کیا اس کے لئے اس  
نے باریک راہ تدقیق نکالی اور معافی قیام و مناسج کلام و دلائل احکام پر نگاہ ڈالی معافی قیام دو نظر  
آئے، برپا استاد ان کے مخالف تفتق و شکست ہے (یعنی پاؤں پر کھڑا ہونا جو سونے بیٹھنے کے مخالف  
ہے، اور توقف و درنگ کہ مخالف مقابل جھلت و شباب ہے،

سہ القرآن ۱۹/۷

سہ فتح القدر باب الشہید  
سہ المسئلۃ المتقطعیۃ ارشاد السادۃ فصل فی زیارۃ اہل المعمل  
مطبوعہ فوریر رضویہ سکھر  
۱۰۲/۲  
۳۳۳-۳۳۳



كما يتناه في الفتوى الاولى و منه قول  
المقائل

ولا يقوم على ذلك يرا د به

الا اذ لان غير النجد والوند

فليس المراد ان حمار النجد

عند ارادة الذل به يقوم ولا يقعد

بخلاف غيره وانه يقعد انما

امراد ان الحمار النجدي يسد و

يصبر على الذل اما غيره فلا يرضى

به

جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا اور  
اسی سے شاعر کا یہ شعر ہے اسے

اُس ذلت پر جس کا اس کے ساتھ ارادہ کیا چلتے

خاتم نہیں رہتے مگر وہ ذیل ترجمہ کا لکھا اور اس

کے باندھنے کا کھڑنا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تہجد کے گدھے

کے ساتھ ذلت کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہ کھڑا

رہتا ہے بیٹھا نہیں ہے اور دوسرا بیٹھا جاتا ہے

بلکہ مقصود یہ ہے کہ تہجدی گدھا ذلت پر دائم و صابر

رہتا ہے اور دوسرا ذلت سے راضی نہیں ہوتا۔

مناجک کلام بھی دو قسم پائے، کہیں تو بعد صلاۃ الجنائزہ کی تخصیص ہے کما فی اکثر العبادات

المذكورة (جیسا کہ اکثر مذکورہ عبارتوں میں ہے۔ ت) اور کہیں مکمل مطلق کما فی عبارة القہستانی

(جیسا کہ قہستانی کی عبارت میں ہے۔ ت) بلکہ کہیں قبل نماز کے بھی صاف تصریح،

فی کشف الغطاء و پیش از نماز نیز بدعا نہ الیہ

زیرا یہ دعا میکند بدعا نیک کہ او فردا کبر است

بہودن دعا یعنی نماز جنازہ کذا فی التجنیس

یعنی نماز جنازہ، ایسا ہی تجنیس میں ہے۔ (ت)

حالانکہ پیش از نماز دعا خود احوال صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت و قد مر

بعضها فی الفتوى الاولى (بعض حدیثیں پہلے فتوے میں گزر چکیں۔ ت) اور کھڑے ہو کر دعا بھی

صحاہ کرام سے گزری، ولا کی احکام بھی دوٹے، کہیں نماز جنازہ میں زیادت کا شبہ کما فی المحيط

والقیۃ وغیرہما (جیسا کہ محیط اور قیہ وغیرہما میں ہے۔ ت) کہیں یہ کہ ایک بار دعا کر چکا

کما نقل عن وجیز الکوردی (جیسا کہ وجیز کوردی سے منقول ہے۔ ت) یا اس سے افضل

دعا کرے گا کما مر عن التجنیس (جیسا کہ تجنیس کے حوالے سے گزرا۔ ت) اب جو اصول و

فروع شرع پر نظر کیجئے تو ایک بار دہا کرنے یا آئندہ وعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع و انکار ہوا میں اصلاً  
مترشح نہ پایا ورنہ ایک بار سے زیادہ دعا بجا نہ ہوتی یا کردہ ٹھہرتی، حالانکہ نصوص متواترہ و اجماع امت سے  
اس کی تکثیر محبوب، یا نماز پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع و مکروہ قرار پائے گی کہ قعدہ اخیر میں دعا کر چکا ہے حالانکہ  
اعادیت میں اس کا حکم اور زمانہ اقدس سے تمام سلیبی کا اس پر عمل بلکہ قعدہ اخیر میں دعا ممنوع نہ ہوتی  
کہ فاتحہ میں اس سے افضل و اکمل دعا ہوگی، خاص محل سخن میں نظر کیجئے تو خود میت کے لئے بھی قبل از نماز  
جنازہ و بعد از نماز دونوں وقت دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا حضور پر نور صلیہ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
سے ثابت کما اسلفنا فی الفتوی الاولی (جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں بیان کیا۔ ت) حضور و آل صلوات اللہ  
تعالیٰ و سلام علیہ نے خیال زفر یا کہ ایک بار تو ہم دعا کر چکے ہیں یا افضل و اکمل دعا فرمانے والے ہیں۔ محسنہ  
ان وجہ پر قیام و قعود سب یکساں، کیا بیٹہ کو دعا کرے گا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دعا کر چکا ہے یا کہ بخیر  
ہے تو کیا قید قیام پر تلف کر تب غلط و تغلیط ہے یا یہ دلائل دعویٰ سے بیگانہ۔ ایسی عمل و وجہ پر کلام علماء کا  
محل جس سے وہ نصوص متواترہ و اجماع امت اور خود اپنی تصریحات کثیرہ اور نیز افسانہ کلام و تطابق و لیسل و  
دعویٰ سے صراحتہ و درپیش ان کی شان میں کھلی گستاخی اور معاذ اللہ ان کے کلام کو کلام مجاہدین سے ملتی کر دیتا ہے  
جب نظر صحیح نے بعد از تعالیٰ سب کا نئے راجح سے صاف کر لئے۔ قائد فریق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دھکر  
حکم بالجہرم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام معنی و وقت و درنگ ہی ہے۔ اتنا کہتے ہی بعد اللہ تعالیٰ سب  
اعراض و اشکال و فقہ آئمہ گئے اور بات میزان شرع و عقل پر پوری پانچ گئی۔ فی الواقع نماز کے علاوہ کسی  
دعا کے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرع مطہرہ پر پسند نہ فرمائے گی تکثیر دعا  
بیشک محبوب ہے مگر اس کے لئے تعویق مطلوب نہیں جس طرح جنازہ پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس  
کے لئے تاخیر محبوب نہیں، جیسے بعض لوگ میت جمعہ کے دن دفن و نماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعت  
عظیم شریک جماعت جنازہ ہو۔ تو یہ لایابصار میں ہے۔

کہ تاخیر صلاۃ و دفنہ لیصلی علیہ  
جمعة عظیم بعد صلاۃ الجمعة  
اس خیال سے کہ نماز جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت  
نماز جنازہ میں شریک ہوگی نماز جنازہ اور دفن میں  
تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

غرض شرع مطہر میں تعیل تجہیز بتا کہ تمام مطلوب اور بے ضرورت مشرعیدہ اس کی تاخیر سے مانعت اور

نماز کے علاوہ وشرعاً ضروری و واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں مقنی و عسا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ۔ وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعا سے طویل کے لئے کیوں رکھ چھڑیں، بکھلا شدہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ دعا ہو چکی یا ہونے والی ہے، لکن ایذاً یبغی ان ینفہم الکلام واللہ ولی انہدایتہ والافعال۔ (کلام علماء) اسی طرح کھینچا جائے اور خدا ہی ہدایت و انعام کا والی ہے۔ (ت۔ اور واقعی جو اس معنی قیام پر کلام فرمائیں ان کا مطلق رکھنا کما فعل الشمس المقہستانی (جیسا کہ شخص قہستانی نے کیا۔ ت) یا بالتصریح قبل وبعد نماز و دونوں وقت کو لے لینا کما صنم الاحامر البہران الفرغانی (جیسا کہ امام ربان الدین فرغانی نے کیا۔ ت) کچھ بے جا نہ ہوا بلکہ یہی احسن و ازین تھا کہ بایں معنی قیام قبل و بعد کسی وقت پسندیدہ نہیں اگرچہ اس تقدیر پر عبارات غیر ملاشبہ زیادت میں تعقید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکے تیں کہ قبل از نماز عادیہ جنازہ میں نہیں ہوتا۔ امور ضروریہ فصل و کفن جاری ہوتے ہیں تو اس وقت دعا سے طویل میں عرج نہیں کرتا غیر لغزب دعا نہ ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالباً کوئی حالت متفرقہ لے چلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلام فقہاء اکثر امور غالبہ پر مستثنی ہوتا ہے،

ومع هذا فالوجه الاظهر عدد جمیع المقیدات من القسم الاتی فافہ هو الافعد الادخک کما لا یخفی۔ اس کے باوجود زیادہ ظاہر ضرورت یہ ہے کہ تمام قیدوں کو قسم آئندہ سے شمار کیا جائے، اس لئے کہ وہ زیادہ مطابق و موافق ہے، جیسا کہ واضح ہے (ت)۔

یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا۔ ربی قسم اول یعنی جن نکلات میں تنہیں بعدیت اور شبہ زیادت سے تمسک ہے اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) بدیہیات جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ہرگز وجہ بحث نہیں رکھتا کہ استصحابات سائلہ کے علاوہ نفس تعلیل ہی اس سے آئی کیا آج نماز ہو چکی کل استادہ دعا کرو، تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہو، لاحسم بعدیت بلا فاصل ہی مقصود جس میں لغتی صفوف و تفرق رجال ہر دوہ اولی داخل کہ سب معنی کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی۔

کما یبیدنا فی الفتوی الاولیٰ و هو بید بنفسہ عند اولی النہی وان تبغ نہ زیادۃ فاستمع لما یبتلی۔ جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا، اور اہل عقل کے نزدیک وہ خود ہی واضح ہے۔ اور اگر مزید وضاحت مطلوب ہو تو بیان آئندہ بغور سنو (ت)۔

صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی، سلام امام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے، امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا کر

فرمایا :

لا تعد لما فعلت اذا اصليت الجمعة فلا  
تصلها الصلاة حتى تسلكوا او تخرج فان  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
امرنا بذلك ان لا نوصل صلوة بصلوة  
حتى تسلكوا او نخرج

ابو ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اسے اور نماز سے  
نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کرو یا اس جگہ سے ہٹ  
جاؤ کہ ہمیں حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے  
نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جبگہ سے  
ہٹ جائیں۔

علامہ فرماتے ہیں وصل سے نہی اس لئے ہے کہ ایک نماز دوسری نماز کا تتمہ نہ معلوم ہو، جبکہ میں دو رکعت  
پر زیادت نہ مہرم ہو۔ امام اجل ابو زکریا نووی منہاج میں فرماتے ہیں :

افضلہ التحول الی بیتہ والا فوضع اخر  
من المسجد وغیرہ لیکثر مواضع سجودہ  
ولتفصل صورۃ النافلۃ عن صورۃ  
الفریضۃ

بہتر تو یہ ہے کہ گھر جا کر پڑھے، ورنہ مسجد ہی میں یا  
بیرون مسجد کسی اور جگہ پڑھے تاکہ اپنی سجدہ گاہوں  
کی تعداد بڑھا سکے اور تاکہ نفل کی صورت فرض کی صورت  
سے جدا ہو جائے۔ (ت)

مولانا علی قاری مراقبہ میں فرماتے ہیں :  
(اذا اصلیت الجمعة) ہی مثال اذغیرھا  
کذلک، ویؤیدہ ما یاتی من حکمۃ  
ذلک کذا ذکرہ ابن حجر، ویحتمل ان  
ذکر الجمعة بعد خصوص الواقعة  
للتکید الزائد فی حقھا، لاسیما  
دیوم انه یصلی اس بعدا وانه الظہر  
وهذا فی مجتمع العام سید  
للایہام (فلا تصلھا) بصلوة

(جب نماز جمعہ پڑھو) یہ بطور مثال ہے اس لئے  
کہ غیر جمعہ کا بھی یہی حکم ہے، اس کی تائید اس سے  
ہوتی ہے جو اس کی نکت بیان کی گئی ہے۔ اسے  
اپنی تقریر نے ذکر کیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر  
اس لئے ہو کہ اس کے بارے میں زیادہ تاکید ہے،  
خاصہً اس میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ وہ چار رکعت  
ظہر پڑھ رہا ہے۔ اور یہ فعل مجمع عام میں وہم پیدا  
کرنے کا سبب ہو گا۔ (تقرائے اور نماز سے نہ ملاؤ

حتى تكلموا) ای احدا من الناس فانت  
به يحصل الفصل لا بالتكلم بذكر  
الله (او تخرج) ای حقیقتہ او حکما  
بانت متاخر عن ذلك المكات و  
المقصود بهما الفصل میں الصلاۃ  
ثلاثیوہم الوصل فالامر للاستحباب  
والنہی للتنبیہ <sup>۱</sup> ملخصاً۔

یہاں تک کہ کلام کر لو یعنی کسی آدمی سے بات کر لو  
اس لئے کہ فرق اسی سے ہوگا کلام ہر ذکر الہی سے  
فرق نہ ہوگا (یا اس جگہ سے نکل جاؤ) یعنی حقیقتہ  
اس طرح کہ مسجد سے باہر چلے جاؤ۔ یا حکماً۔  
اس طرح کہ اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ دونوں کا مقصد  
یہ ہے کہ دونوں نمازوں میں فصل ہو جائے تاکہ  
وصل اور ملائے کا وہم نہ پیدا ہو، تو یہ حکم استحباب  
کے لئے ہے اور نہی براۓے تشریہ ہے اور ملخصاً۔

یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے مشہد کے رخ کو اس جگہ سے ہٹ جانا پس ہے قرب بعد نقص صفوں  
اس علت کی اصلاح گناہش نہیں۔ لاجرم معنی یہ ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اسی جہت پر بدستور صفیں باندھے  
وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔ یہ معنی صحیح و سیدہ بے غبار و  
فساد ہیں، اور عقل سلیم کے نزدیک نفس عبارت دلیل سے بالیقین مستفاد۔ یہاں سے روشن ہوا کہ اس قسم  
کے اقوال میں قیام معنی استناد ہے تکلف درست اور وجہ تعلیم بھی نکشف ہو گئی، اور بعض علماء کا وہ  
استظهار بھی ظاہر ہو گیا کہ اگر کثرت دعا کند جائز باشد (اگر بیٹہ کو دعا کرے جائز ہوگا۔) بلکہ اگر بہت  
فی الواقع بیٹہ جانا بھی نماز جنازہ سے فاصل بین ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد مشہد زیادت نہیں، مگر نقص  
صفوں اس سے بھی اتم و اکمل ہے کما لا یخفی (سیا کہ پوشیدہ نہیں۔) ت

ایک بکہ اللہ تعالیٰ تمام کلمات علماء منظم ہو گئے اور مسئلہ کی صورت وجود مع ولائ شمس و امس کی  
طرح روشن ہو گئیں۔ بعد اللہ نہ کلمات علماء میں باہم اختلاف ہے نہ اصول و قواعد شرع و عقل سے خلاف۔  
ہر ایک اپنے اپنے محل پر درست و بجا ہے اور منکرین زمانہ کی جہالت و سفایات سے پاک و حید۔  
ہکذا ینبغي التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق ہو رہی ہے اور خدا سے ہر ہی  
توفیق کا والی ہے۔) ت اور ایک نہیں کیا حد با جگہ دیکھے گا کہ کلمات علماء کرام بظاہر سخت مضطرب و  
متخالف معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ناواقف یا سہل گزر جانے والا شدت تصادم سے پریشان  
ہو جائے یا رجحان بالغیب خواہ پیش خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار باقی سے اعراض و انکار

پر آئے اور جب یزید نے نقد و تحقیق اس کے ہاتھ میں پہنچے جسے مولا تعالیٰ جل و علا نظر تنقیدی سے برہہ وانی  
بجٹے وہ ہر کلام کو اس کے ٹھیک محل پر اتارے اور ہر کلمے میں کو تسق نظام میں گزرا کہ مسلک معنی سزاوار  
جس سے وہی مختلف کلمات خود بخود رنگ و ایکناف پائیں اور سب حد سے خوشے آفتاب کے حضور شب  
یکو کر کے طرح کا فر ہو جائیں۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ  
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ سب اودعنی ان  
اشکر نعمتک اللہ انعمت علی وعلی  
والدی وان اعمل صالحا ترضه واصلح  
لی فی ذریعتی انی تبت الیک وافی من  
المسلمین۔

وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا  
ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔ اے میرے  
رب! مجھے یہ نصیب کر کہ میں اس احسان کا  
شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ  
پر کیا۔ اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو  
پسند فرمائے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں

نیکی پیدا کر، بے شک میں تیری جانب رجوع لایا۔ اور یقیناً میں مسلمانوں سے ہوں۔ (ت)  
ہاں باقی رہی امام ابن حارث سے ایک حکایت کہ زاہدی نے قید میں ذکر کی

حیث قال عن ابی بکر بن حامد ان  
الدعاء بعد صلوة الجنائزۃ مکروہ الیہ  
یہ تو حضرات مافین کی خوشی کی چیز ہے کہ اس میں قید قیام بھی نہیں،  
اس کی عبارت یہ ہے کہ ابو بکر بن حامد سے  
منقول ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) یہ تو حضرات  
منکرین پر بڑی تشبیہ کی جگہ ہے کہ اس میں قید قیام بھی نہیں، جس نے ہمارا کلام بالابنظر امعان و  
اتعاقب دیکھا ہے اس پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد مستعمل صاحبوں پر اتنی ہی آفت  
سخت، کیا نماز جنازہ کے بعد مطلقاً دعا کی کراہت باطل نہیں، کیا نصوح قرآن و فعلیہ حضور  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقوال تمام اتر سلفت و خلف اس کے بطلان پر شاہد عادل نہیں کیا یہ  
اطلاق یونہی حنا گستہ ہے تو دعائے زیارت قبور اس میں داخل نہیں تو واجب ہو کہ مطلق  
بعدیت مراد نہ ہو، بلکہ وہی بعدیت متصلہ ہے فاصل تین، اب قید قیام خود ہی آگئی کہ یہ بعدیت بے بعد  
قیام مقصور نہیں کما قصورنا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ ت) تو اس کا مرجع بعینہ اخصی اقوال

قسم اول کی طرف اور شبہہ بالنعین یکسر بطرف تحقیق نظر فقہی تو بحدہ اللہ بیان یکم بروجہ اتم و اہل مذکور ہوئی مگر مخالف متعسف اس حکایت کے ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے مرافقی ہی کیا چاہے ، اور خواہی نحو اسی اطلاق و توسیع بعدیت کی طرف کھینچے تو بہت بہتر۔ بعونہ تعالیٰ ہم سے ایذاوت مینا نظر اند لے۔  
**خافول اولاً** بعدیت متعلقہ ہے یا مطلقہ یا بین میں اول مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نص صریح متواترہ کے خلاف اور ثالث غیر منضبط ، نہ ایک تعقید دوسری سے اولیٰ بالمقبول ترک کلام مجمل اور استثناء مہمل ، بہر حال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں۔

ثانیاً (بعبارت اخروی) جب نہ تعقید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یا را کہ زیارت قبور کے وقت دعا لاموات مخالف بھی جائز مانا ہوگا ، قیاب نظر تعین تعقید میں رہی قیاد اتصال کے ظہور و انقباض سے قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالف مستدل۔ و اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب کلام میں کئی احتمال آگئے تو ایک پر اس سے استدلال باطل ہوا۔)

ثالثاً یہ اطلاق کلمات باقیین کے مخالف اگر جوہر اتحاد و حکم حادثہ محل مطلق علی المقید کیجئے تو یہ بھی طرف راجح و الکلام و لکلام و نہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول ،

فی الدرامختار من باب التعزیر مطلق  
 فی حمل علی المقید لیتفق کلامہ ۱۰  
 قبیل فصل فی الحائظ المائل ، یحمد  
 اطلاق الفتاویٰ علی ما وقع مقیداً لاحقاً  
 الحکم والحادثة اللہ وفعل نحوہ فی  
 رد المحتار آخر مضاربتہ عن مجموعۃ  
 ملا علی وقایع المونی علی قادی فی  
 المسائل المتقططہ اطلاق قہم لاینافی تعقید  
 انکر حافی ۱۰ قال الشامی اع

۱۰ در مختار باب التعزیرہ  
 ۱۰ در مختار قبل فصل الحائظ المائل  
 ۱۰ رد المحتار بحر المحمود ملا علی آخر باب المضارب  
 ۱۰ رد المحتار بحوالہ المسقط باب الجنایات  
 مطبوعہ مطبعہ عقباتی دہلی ۳۲۱/۱  
 " " " " ۳۰۱/۲  
 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۴۹/۲  
 " " " " ۲۲۹/۲

لیحمل المطلق علی المقید <sup>۱</sup> ائمہ و ذکر نحوه  
بعد هذا بقلیل قبیل باب الاحصاء و  
قال قبیل باب التیمم قد صرحوا بان  
العمل بما علیه الاكثر <sup>۲</sup> ائمہ و فی باب  
صلوة المريض عن امداد الفتح للعلامة  
الشربلانی من ان القاعدة العمل بما  
عليه الاكثر <sup>۳</sup> ائمہ و اول باب صلوة الخوف  
لا يعمل به لانه قول البعض <sup>۴</sup> ائمہ و قال  
العلامة البیرونی فی شرح الاشباہ من  
قاعدة ان الاصل فی الکلام الحقيقية  
لا يجوز لاحد الاخذ به لان المقرر عند  
المشائخ انه متى اختلفت فی مسألة  
فالعبدة بما قاله الاكثر <sup>۵</sup> ائمہ نقله فی  
العقود الدرية آخر الباب الاول من الوقف.

شامی نے لکھا، مراد یہ ہے کہ مطلق مقید پر محمول  
کر دیا جائے گا <sup>۱</sup> ائمہ۔ اسی کے ہم معنی اس سے  
ذرا بعد باب الاحصاء سے متھورا پہلے ذکر کیا  
اور باب التیمم سے ذرا قبل لکھا، علماء نے تصریح  
فرمائی ہے کہ عمل اسی پر ہوگا جس پر اکثر ہیں <sup>۲</sup> ائمہ۔  
باب صلوۃ المريض میں علامہ شربلانی کی امداد الفتح  
سے نقل ہے، قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس پر ہوگا  
جس پر اکثر ہوں <sup>۳</sup> ائمہ۔ شروع باب صلوۃ الخوف  
میں ہے، اس پر عمل نہ ہوگا کیونکہ یہ صرف بعض  
کا قول ہے <sup>۴</sup> ائمہ۔ علامہ بیرونی شرح اشباہ  
میں قاعدہ "کلام میں اصل حقیقت ہے" کے تحت  
ایک جگہ لکھتے ہیں، کسی کے لئے اسے اندک زیادت  
نہیں اس لئے کہ مشائخ کے نزدیک طے شدہ  
یہ ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اعتبار اس کا  
ہوگا جس کے قائل اکثر ہوں <sup>۵</sup> ائمہ اسے العقود الدرية میں کتاب الوقف باب اول کے آخر سے نقل کیا ہے۔

سراپعا اس روایت کا حاکی زیادہ ہی اور محکم فیہ قفید و زاہدی معتدز قفید معتبر خصصا ایسی روایت  
میں کہ بعضی مفید مخالف اصل قواعد شرع سے مطابقت نہیں۔

فی رد المحتار اول الطہارة کتاب الفنیة  
مشہور بضعف الروایة <sup>۱</sup> ائمہ و فی

۲۵۰/۲	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر
۱۶۶/۱	"قفید" ضعف روایت میں مشہور ہے <sup>۱</sup> ائمہ
۵۶۲/۱	باب الجنایات
۶۲۵/۱	قبیل باب التیمم
	باب صلوۃ المريض
	باب صلوۃ الخوف

۲۵۰/۲	باب الجنایات
۱۶۶/۱	قبیل باب التیمم
۵۶۲/۱	باب صلوۃ المريض
۶۲۵/۱	باب صلوۃ الخوف

شہ العقود الدرية بحوالہ العلامة البیرونی مطلب فی اختلاف فی مسئلۃ الخراجی عبد الغفار و مسلمان تاجران کتاب گیارہ

قندھار ۱۵۰/۲

۵۹/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

کتاب الطہارة

رد المحتار



العقود الدیۃ آخر کتاب میں ہے ابن وہبان نے ذکر کیا ہے کہ صاحب قنیۃ یعنی زاہری خلاف قواعد جو نقل کرے اس کی جانب التفات نہ ہوگا جب تک کسی اور سے کوئی نقل اس کی تائید میں نہ ملے۔ اسی کے مثل غمر بھی ہے۔ ۱۔ سے در مختار میں معنی کے حوالے سے ابن وہبان سے نقل کیا ہے۔ اور مطحطاوی کتاب الصوم میں فصل عوارض سے قریباً ایک ورق پہلے ہے، قنیۃ کتب معتقدہ سے نہیں۔ (ت)

العقود الدیۃ آخر الکتاب ذکر ابن وہبان انه لا یلتفت الی ما نقلہ صاحب القنیۃ یعنی الزاہدی مخالفاً للقواعد ما لم یعتدہ نقل من غیرہ ومثلہ فی النہر ایضاً ونقلہ ایضاً الدار من المصنف عن ابن وہبان، وفي صوم الطحطاوی قبل فصل العوارض بنحو ورقة القنیۃ لیست من کتب المعتدۃ۔

خاصاً زاہری اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وہ مذہب کا معتزل ہے اور معتزلہ خدا ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اموال مسکین کے لئے دماحق بیکار کا نص علیہ فی شرح العقائد وشرح الفقہ الاکبر وغیرہا (جیسا کہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہا میں اس کی تصریح ہے۔ ت) اس کی یہ عادت ہے کہ مسائل اعتزل اپنی کتب میں داخل کرتا ہے۔  
 کما فعل فی مسئلۃ فی الاشربۃ و مسئلۃ فی الذبائح و مسئلۃ فی الحج وغیرہ  
 فلقد کما ینہ فی الدار المختار و رد المحتار  
 وغیرہا فی مواضعہ۔  
 جیسا کہ اشربہ کے ایک مسئلہ، ذبائح کے ایک مسئلہ، حج کے ایک مسئلہ اور بھی مسائل میں اس نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ در مختار، رد المحتار وغیرہا میں اس کے مقامات پر مذکور ہے۔ (ت)

اس کا استاد الاستاذ زعفرانی بھی اس کا خوگر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ آپ کچھ بکے مگر فعل میں لٹھ ہے بخلاف زاہری کے کہ اس کی نقل پر بھی اعتماد نہیں۔ ان سبھانے ضعیف کا نام بدنام کر کے فروع میں بعض وہ خفی شرائع مجہدین جن سے بعض معنفین نے بھی دھوکا کھایا اور شدہ شدہ وہ نقل متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آج تک حضرات نجدیہ و اشاعہ کے نزدیک علی نفیس و غنیمت بارہ ہیں اس کا بعض بیان فقیر غفرلہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان مسامح الاصوات میں کیا و باللہ التوفیق۔

لہ العقود الدیۃ نقل الزاہری لا ینظر فی نقل المعتمد مطبوعہ جامعہ الفقہ و لیس کتابہ تاجران کتب گناہار قدیم ۲/ ۳۵۶  
 لہ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار قبل فصل فی العوارض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۶۶

مساد مساد وہ سچا رہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ حق کر مشیر غزالی و قمر لیس ہے نقل کرتا اور آخر میں اسی قول اکثر کی راہ پر چلتا ہے۔

حبث قال بعد ما سرد وقال محمد بن الفضل لا بأس به خط ولا يقوم اليه جبل بالدماء بعد صلوة الجنائز قال رضي الله عنه لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنائز فافهم۔

اس طرح خزائے عبارت کے بعد وہ کہتا ہے : اور محمد بن فضل نے کہا : اس میں کوئی عرج نہیں ، ظاہر اور بعد نمازہ جنازہ آدمی دعا کے لئے نہ ٹھہرے ، امام موصوفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لئے کہ یہ نمازہ جنازہ میں زیادتی و اضافہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ (۱) اسے سمجھو۔ (ت)

سابعاً سب جانے دو تو غایت درجہ بھی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی اب ترجیح مطلوب ہوگی۔ کتب فقہ میں فتویٰ جانیب جواز ہے۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارت قنیزہ وغیرہ لکھا ، قاتلہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است قاتلہ و دعا برائے میت پیش از دفن سے پہلے قاتلہ و دعا درست ہے وہیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصة الفقه انتہی۔

اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے انتہی۔ (ت)

علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتویٰ یعنی میں است روایت معمولہ (یہی روایت معمول بہا ہے۔ ت) قوت و شرکت میں علیہ الفتویٰ و بہ یفتی (فتویٰ اسکی پر ہے۔ ت) کے برابر ہے جو اکد الفاظ افتا ہیں۔

فی الدوال المختار لفظ الفتویٰ اکد من لفظ الصحيح والاصح والاشبهه وغیرہ فی رد المحتار و یظهر ان لفظ و علیہ العمل ما فی لفظ الفتویٰ۔

در مختار میں ہے : لفظ فتویٰ ، لفظ صحیح ، اصح ، اشبه وغیرہ سے زیادہ مؤکد ہے۔ رد المحتار میں ہے : میرا خیال ہے کہ لفظ "علیہ العمل" (اسی پر عمل ہے) لفظ فتویٰ کے برابر ہے۔ (ت)

۵۶ ص	مطبوعۃ المشتبه بالعائذیہ	باب الجنائز	لہ قنیزہ
۳۰ ص	مطبع احمدی دہلی	فصل ششم نماز جنازہ	لہ کشف الغطاء۔
۱۵/۱	مطبوعہ مطبع عقیباتی دہلی	مقدمۃ الکتاب	لہ در مختار
۵۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	"	لہ رد المحتار

الحمد للہ کہ حتیٰ بہمد وجودہ ظاہر و باہر اور ہر شک و وہم نازل و باہر ہوا۔ امید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جو اہر و ابر بدینہ انظار اولیٰ الالبصار جوئے سب حصہ خاصہ خاصہ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں۔

ذکر من فضل اللہ علینا وعلی الناس وکن  
اکثر الناس لا یشکرون والحمد للہ رب  
العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی اجدود  
الاجود بن سیدنا و مولانا محمد و آلہ و  
صحابہ اجمعین۔

یہ خد کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ  
شکر ادا نہیں کرتے۔ اور ساری تعریف اللہ کے لئے  
جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور دود و  
سلام سخی تر لوگوں میں سب سے زیادہ جو دوسنا دل  
ہمارے آفا و مولانا اور ان کی تمام آل و اصحاب پر (ت)

بالجملہ عبارت فقہاء صرف دو صورتوں سے متعلق ہیں: ایک بعد نماز جنازہ اسی بہت پر بدستور صفیں  
باندھے وہیں کھڑے دعا کرنا۔ دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعا کے طویل کی خاص غرض سے امر تجزیہ کو تعویق  
میں ڈالنا۔ ظاہر اس امر میں کہ اہت تحریر تک ہو سکتی ہے اور صحت اولیٰ میں تنزیہی۔ ابھی مرقاۃ سے  
گزارا کہ ایہام زیادت مورث کراہت تنزیہ ہے ولس، جس کا حاصل خلافت اولیٰ یعنی بہتر نہیں، نہ یہ کہ  
ممنوع و ناجائز ہو۔ بعض علما نے کھنڈے کر کے اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو مکنا و صغیرہ لکھ کر سخت  
ذلت کبیرہ ہے جس کے بطلان پر صحت کلمات ائمہ و دلائل شرعیہ ناطقہ خیر فقرا اللہ تعالیٰ نے اس قول کے  
رد میں چند مختصر سطروں میں یہ جملہ "مجلبۃ ان المکر وہ تنزیہ الیس بمعصیۃ لکھیں۔ خبر یہ  
دو صورتیں تھیں جن سے کلمات فقہا باعث، ان کے سوا تمام صورتیں و عا جن میں نہ دعا کی غرض سے تاخیر کریں  
نہ بعد نماز اس انداز پر جو بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعا کے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کی حالت میں  
دعا کے طویل اصلہ مضائقہ نہیں رکھتی، نہ کلمات علما میں ان کا انکار، بلکہ وہ عام مامورہ کے تحت میں  
داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔ باقی کلام فتویٰ اولیٰ میں مذکور ہوا، واللہ التوفیق، واللہ سبحانہ و تعالیٰ  
اعلم و علوہ جل مجدہ اتم و اکمل۔

الحمد للہ کہ یہ مبارک جواب موضع صواب چار و ہم رجب مرجب بروز جمادی الاول و دوشنبہ کو وقت شہادت  
شروع اور وقت عشا تمام اور پانچ تا تاریخ بذل الجوارح علی المدعا بعد صلاۃ الجنائز تمام ہوا۔  
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و  
الصلوٰۃ و اکمل السلام علی سید المرسلین  
محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ آمین !

اور ہماری آخری پکاریہ سب کہ ساری حمد خدا کے لئے  
جو سب جہانوں کا کاسب و اور بہتر و دلائل کامل رسالہ رسول ہے  
سزا حضرت محمد اور ان کی تمام آل و اصحاب پر الہی قبل فرما

مسئلہ ۶۵ از جامعہ محمدیہ مستندہ دروازہ بنگلہ لاہور۔ مسئلہ محمد احمد خان صاحب ۶ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، پنجاب کے اکثر شہروں میں دستور ہے کہ نماز جنازہ سے  
فارغ ہو کر بعد سلام کے اسی جگہ جہاں نماز جنازہ ادا کی گئی ہے میت کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور  
بعض لوگ پیشتر دعا کے سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص میں بار بار یا گیا رہ دھو پڑھ کر میت کے لئے مغفرت  
کی دعا کرتے ہیں اور ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا اب فرقہ غیر مقلدین اس دستور کے پٹانے میں کوشش کر رہے  
ہیں، اس کے عدم جواز میں غیر مقلدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ فقہ کی  
کتابوں کی عبادتیں سناتے ہیں، مجلہ ان کے مستندات کے ایک یہ ہے،  
اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالذی عادیٰ  
جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائے تو دعا کے لئے  
سر اجیہ نہ کھڑا ہو۔ (ت)

قدوری کے حاشیہ پر ہے،

الدعا بعد صلاۃ الجنائزۃ مکروہ کذا فی  
البرجندہ لا یقوم بالذی عادیٰ بعد صلاۃ  
الجنائزۃ لا نہ دعا مرة لا ث اکثرھا  
دعا و تہ پڑا زید سید اول بر حاشیہ عالمگیری۔  
دعا ہی ہے۔ (ت)

جواب مدلل بدلائل قویہ بخلاف کتب معتبرہ اور تحریر عبارات معتدہ تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا  
بالدلیل والتفصیل توجرا بالاجرا الجزیل۔

### الجواب

چنانچہ سالانہ برائے کہ یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں محرکہ الارام رہا، پہلی دکانیور سے اس کے بارہ میں بار بار  
سوالات مختلف صورتوں میں آئے فقیر نے جواب میں کچھ تحقیق حدیث اور کچھ تحقیق فقہ سے کام لیا اور بالآخر اس  
کے باب میں ایک مجموعہ دکانی رسالہ مستحی بہ بذل الجوانح علی الذی عادیٰ بعد صلاۃ الجنائزۃ لکھا جس میں  
تحقیق حکم فقہی و توضیح معانی عبارات مذکورہ سر اجیہ وغیرہ یا کتب فقہ کو اجرم عروہ جل ذرہ کلیما تک پہنچایا اور  
بفضلہ تعالیٰ عرض تحقیق مستقر کر دکھایا کہ میت کے لئے دعا قبل نماز جنازہ و بعد نماز جنازہ ہمیشہ مطلقاً

سلف فتاویٰ سر اجیہ باب الصلوٰۃ علی الجنائزہ مطبوعہ منشی فرنگشور لکھنؤ  
۲۳ ص  
۱۸۰/۱  
۸۰/۲

مستحب و مندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً مانعت نہیں۔ خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے قبل و بعد نماز دونوں وقت میت کے لئے دعا فرماتا اور اس کا علم دینا  
 ثابت ہے، فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے، یہاں مانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کے لئے  
 ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیرہ مذکورہ فقہیہ میں علی التلویح مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے  
 بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میت کو تقویٰ میں ڈالنا، مثلاً نماز ہو چکی اور کوئی حالت منقطعہ ملے چلنے کے لئے باقی  
 نہیں رہی، صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ و تطویل کریں یہ ممنوع ہے، اکثر عبارات اُسی طرف  
 ناظر ہیں، دوسرے یہ کہ بعد نماز اُسی میت پر بہرستور حقیقی باندھے امام و مقتدی وہیں کھڑے دعا کریں یہ مناسب  
 ہے کہ نماز پر مشہد بزرگات نہ ہو۔ بعض عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، اسی کے سوا تمام صورتوں میں نہ خاص دعا  
 کی غرض سے درنگ و تقویٰ کریں نہ بعد نماز اُسی انداز میں ہر بلکہ حقیقی توڑ کر دعا یہ قطعاً یا وجہ و مگر جنازہ میں  
 دیر کی حالت میں دعا طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتے نہ کلمات علیا میں اس کا انکار بلکہ وہ عام ماحول پر کے حکم  
 میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ بمبئی مطبع گلارہ حسینی میں چھپ کر شائع ہو چکا۔ ان تمام مراتب  
 کی تفصیل تمام اُسی رسالہ اور اس کے پہلے کے فتویٰ میں ملے گی۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات فقہیہ وغیرہ  
 مندرجہ ہے :

فاتحہ دعا براہے میت پیش از دفن درست است میت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ و دعا درست ہے  
 و ہمیں است روایت معقولہ، کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔ اور یہی روایت معمولی مجاہد ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ  
 واللہ تعالیٰ اعلم میں ہے۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ از بنارس محلہ گندی گڑ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول و منقول، عاوی فرود و اصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب  
 مد اللہ فیضانہ از جناب خادم الطالبہ عبد الغفور، سلام علیک قبول باد۔ کچھ مسائل میں یہاں علماء کے درمیان  
 اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ ہے امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں، زید کہتا ہے  
 ما نہ جنازہ عند الخفیۃ اندر مسجد کے پڑھنی علی العموم خواہ میت مرض ہیضہ اسہال میں مرہو یا دوسرے مرض  
 میں بچہ و چہ مکروہ ہے منجملہ اس کے ایک وجہ تلویث مسجد ہے۔ حمزہ کہتا ہے جو شخص مرض ہیضہ اسہال  
 یا کسی مرض امراض مدہ کی وجہ سے مرے اس کا جنازہ مسجد میں پڑھنا البتہ موجب احتمال تلوث مسجد کا ہے

اور اس کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے، نہ علی العموم۔

### الجواب

قولِ زید صحیح ہے۔ عمرو کا مریضانِ معدہ میں حصہ تو محض غلط، ہاں سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت نادیدہ بعض کتب میں یوں نقل کی گئی کہ خوف تلوث نہ ہو تو مسجد میں جائز۔ یہ عبارت بظاہر اس بحثِ علامہ مطاوی کی مؤید کہ قولِ تعلیل بہ تلوث پر تلوث سے تعلیل مناسبت، شبہ و توہم مانع نہیں۔ اس عبارت و روایتِ شاذہ پر بھی امراضِ معدہ و امعاء و رحم و زخم و غیرہ بہر غلظت تلوث بالافتراق داخل کراہت۔ علیہ میں فرمایا،

و نقل فی الدررایۃ عن ابی یوسف م وایۃ  
انہ لا تلک صلاۃ الجنائزۃ فی المسجد  
اذا لم یخف خروج شیء یلوث المسجد فخل  
هذا اذا من ذلك لم یکر علی سائر الوجوۃ  
و رآہ میں امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ نقل ہے  
کہ جب مسجد کو آلودہ کرنے والی کسی چیز کے نکلنے کا  
اندیشہ نہ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں۔ اس  
کی بنیاد پر جب اس سے اطمینان ہو تو تمام صورتوں  
میں کراہت نہیں الخ (ت)

### حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے،

ینبغی تعقید الکراہۃ بظن التلویث فاما  
توہمہ او مشککہ فلا تثبت بہ الکراہۃ  
کراہت کو آلودگی کے ظن سے متعذر کرنا چاہئے اگر  
اس کا دہم یا شک ہو تو اس سے کراہت ثابت  
نہ ہوگی۔ (ت)

مکر عامہ کتب مذہب میں جہاں تک اس وقت لفظ فقیر نے جولان کیا یہ روایت نوادر بھی بر سبیل الملاق و قسیم  
بے تشقیق و تفصیل ماثور و منقول، جو علما اس کے ترجیح و تصحیح و اختیار کی طرف گئے جنازہ کا مسجد میں لانا  
مطلقاً مکروہ بتاتے ہیں۔ مصلحین اُسے احتمالی و توہم تلویث سے قلیل فرماتے ہیں۔ تعلیل و تخصیص حالت ظنی کا  
پتا نہیں دیتے، علما کے کرام اختلافِ مشاعر کو اس حالت سے متعذر کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد سے باہر ہوا اور  
مطلقاً صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جنازہ کا مسجد میں ہونا بالافتراق مکروہ۔

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور قریب اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ ت) یہاں الملاق

لہ حلیۃ المحلی شرح نیۃ المسلم

لہ حاشیہ المحمادی علی مراقی الفلاح فصل السلطان اتق بصلوۃ مبلوہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۰

ہی اوفی و اسحق و الصق بدلیل ہے کہ اصناف غالباً فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزلی استساک و موجب استرخائے تام ہے اور جنازہ سے پہلے کی حرکت مؤید خروج، تو بہرہیت میں خوف تلویٹ موجود۔ باقی کس خاص وجہ سے غلبہ ظن کی کیا حاجت، نا سمجھ بچوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہو اگر کہ سب میں احتمال تلویٹ قائم، کچھ بشرط نہیں کہ جس جگہ کو اسمہاں وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو وہی مسجد میں نہ لایا جائے، یہی نوعی میت بلکہ اس سے بھی زائد کہ نہ لایا یعنی علی الغلط (جیسا کہ ذریعہ پر پوشیدہ نہیں۔ ت) پھر یہ بھی امام ثانی سے ایک روایت نادرہ ہے ظاہر الروایۃ میں ہمارے اکثر علماء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اگر بہرہیت بیرون مسجد ہو، یہی ارنج واضح و مختار و مانوخذ ہے،

فان الفتوی صحتی اختلفت وجب المعبر  
انی ظاہر الروایۃ کما افادہ فی البحر و  
الدروغیوہما۔

اب عبارت علماء شیعہ، تنویر الابصار و درمختار میں ہے،  
کہت تحریر یا وقیل تزییہا فی مسجد  
جماعۃ ہواۃ المیت فیہ وحدہ او مع  
النقوم و اختلف فی المختار جۃ عن المسجد  
وحده او مع بعض النجوم و المختار الکراہۃ  
مطلقاً خلاصۃ۔  
رد المحتار میں ہے،

مطلقاً فی ای جمیع الصور المتقدمہ مذکما  
فی الفتح عن الخلاصۃ و فی مختار سات  
التوازل سوا دکان المیت فیہ او خارجہ  
ہو ظاہر الروایۃ، و فی الروایۃ لایکروہ  
اذا کان المیت خاصاً جۃ المسجد۔

اشباہ میں ہے :

منع ادخال الميت فيه والصحيحة المنع  
المنع لصلوة الجنائزة وان لم يكن  
الميت فيه الا لعذر مطلي ونحوه.

مسجد میں میت کو لے جانا منع ہے اور صحیح یہ ہے  
کہ جماعت نماز جنازہ کی وجہ سے، اگرچہ میت  
مسجد کے اندر نہ ہو، مگر بارش وغیرہ کا عذر ہو  
تورخصت ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں بعد بیان مذہب مختار فرمایا،

وقيل لا يكره اذا كان الميت خارجا المسجد  
وهو مبني على ان الكراهة لاحتمال تلويث  
المسجد والاول هو الادق لاطلاق  
الحديث كذا في فتح القدير.

اور کہا گیا کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں  
اس قول کی بنیاد اس پر ہے کہ کراہت کا حکم  
آلودگی مسجد کے احتمال کی وجہ سے ہے، اور پہلا  
قول ہی اطلاق حدیث کے مطابق ہے۔ ایسا ہی  
فتح القدير میں ہے۔ (ت)

پرلیم میں ہے :

لا يصح على ميت في مسجد جماعة لقول  
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من  
صلى على جنازة في المسجد فلا اجر له  
ولا نهى عن لاداء المكتوب ولا نهى عن تلويث  
المسجد وفيها اذا كان الميت خارجا المسجد  
اختلف المشائخ

مسجد جماعت میں کسی میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی  
جائے گی اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کا ارشاد ہے : جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی  
اس کے لئے اجر نہیں۔ اور اس لئے کہ مسجد  
فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے جی ہے۔ اور  
اس لئے کہ اس میں مسجد کی آلودگی کا احتمال ہے۔

اور پرلیم میں ہے، جب میت مسجد کے باہر ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (ت)

مبسوط امام شمس الدین شرنوبی سے علیہ میں ہے :

عندنا اذا كانت الجنائزة خارجا المسجد

جب جنازہ مسجد کے باہر ہو تو ہمارے نزدیک

مطبوعہ ادارة القرآن العلوم اسلامیہ کراچی ۲۳۰/۲

۱۸۷/۲ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۶۱/۱ المکتبۃ العربیہ کراچی

لے الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد

لے بحر الرائق فصل السلطان احتی بصلواتہ

لے المداہیہ فصل فی الصلوة علی الميت



لعمريکہ ان يصلی الناس علیہا فی المسجد  
انما الکراهۃ فی ادخال الجنائزۃ فی المسجد  
یہ مکروہ نہیں کہ لوگ مسجد کے اندر اس کی نماز پڑھیں۔  
کراہت اسے مسجد کے اندر داخل کرنے ہی کی  
صورت میں ہے۔ (ت)

برجندی شرح تعالیم ہے :

کوہت صلوة الجنائزۃ فی مسجد جماعة  
اتفاقا اذا وضعت الجنائزۃ فیہ ولو وضع  
خاص جدا اختلف المشائخ فیہ وذلك لان  
علة الکراهۃ اما توهم التلوث او كون  
المسجد مبینا لاداء المکتوبة أم لم یجب  
مسجد جماعت میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا  
بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر جنازہ باہر رکھا ہو تو  
اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اس  
لئے ہے کہ کراہت کی علت آلودگی مسجد کا احتمال ہے  
یا یہ کہ مسجد فرائض و قیام کی ادائیگی کے لئے بنی  
ہے اس پر تخیل (ت)

شریبلالیہ میں ہے :

قوله (یعنی الضرر) کوہت فی مسجد  
هو فی القول والکراهۃ هنا باتفاق اصحابنا  
كما فی العناية  
عبارت ضرر (مسجد میں جنازہ رکھا ہو تو اس میں نماز  
جنازہ مکروہ ہے) میں کتاہوں یہاں کراہت پر  
ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے، جیسا کہ عناية  
میں ہے۔ (ت)

عبارات یہاں بکثرت ہیں دنیا نقلنا کا کفایۃ وقد ظهر بہ کل ما القینا علیک (اور جس قدر ہم نے  
نقل کر دیا وہ کافی ہے، اور اس سے وہ ساری باتیں واضح ہو گئیں جو ہم نے بیان کیں۔ ت) و الله  
سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

میں ۶۷۰ از فیروز آباد ضلع آگرہ محلہ کوئلہ مرسلہ مسکین تاج محمد  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) رمضان المبارک کے اربعہ کو جامع مسجد میں مسلمانوں کا جنازہ آیا، نمازیوں کی بہت زیادہ

۶۸/۲ کتاب المبسوط باب غسل الميت مطبوعہ دار العرفۃ بیروت  
۱۸۱/۱ شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی صلوة الجنائزۃ غشی و کثرت رکعتو  
۱۶۵/۱ کتب غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب الجنائزۃ مطبوعہ جامعہ کامل النکاح دارالاستاد بیروت

کثرت تھی، نماز جنازہ اگر بیرون مسجد پڑھائی جائے گی تو نہ صفیں سیدھی ہوں گے بسبب قبروں اور درختوں کے اور نہ نمازی آسکیں بسبب زیادتی کے اور دھوپ تکلیف دہ تھی روزہ واروں کو اس صورت مذکورہ عذرات کو مد نظر رکھتے ہوئے نماز جنازہ قریش مسجد پر پڑھائی جائے یا نہیں اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اُس شخص کے واسطے کیا حکم ہے کہ وہ جانتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے عذرات مذکورہ بالا صحیح ہیں اور اندرون مسجد جنازہ آگیا ہے اور نماز جمعہ بھی ہو چکی ہے مگر وہ جنازہ کو مسجد سے باہر کرتا ہے اور باہر کر کے نماز جنازہ پڑھاتا ہے اور جلے کی تنگی اور صفوں کی شکستگی اور روزہ واروں کے دھوپ میں کھڑے ہونے کی پڑاؤ کرتے ہوئے نمازیوں کی خواہش شرکت نماز جنازہ کو فوت کرے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی عذر نہ ہو اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر بعد نماز جمعہ نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو ادنیٰ ہے یا سنت وغیرہ پڑھنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا ادنیٰ ہے؟

بیتنا اوجروا۔

## الجواب

(۱) جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے، تخریرالابصار میں ہے۔

کوہت تحریر فی مسجد جماعتہ فی فیہ مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے جبکہ اختلاف فی الخاسرۃ والمنعۃ الکراہۃ۔ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر باہر ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ مکروہ ہے (ت)

نماز جنازہ بہت جگہ اور جگہ ہو جانے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اُس کے لئے مکروہ تحریمی گوارا کیا جائے اور مسجد کی بے حرمتی روا رکھیں۔ یہی نماز، وہ ادا ہو جائیگی، فرض اُتر جائے گا اور حق لغت مکمل کا گناہ اور نفس نماز کا ثواب اللہ عزوجل کے ہاتھ جیسے کوئی مفسد زمین میں نماز چٹکانہ پڑھے۔

(۲) اُس نے مذہب پر عمل کیا، جو بات مذہب میں منہ تھی اُس سے روکا، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو مسلمان تنگی یا کے بسبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے اور انھیں ان شاء اللہ العزیز ملے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے، جو جماعت کی نیت سے مسجد کو چلا، نماز ہو چکی، اس کے لئے ثواب لکھ گیا۔

قال اللہ تعالیٰ فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرماں ہے، تو اس کا اجر خدا کے ذمہ گرم

پر ثابت ہے۔ (ت)

وقال صلى الله تعالى عليه وسلم انما الكل ادر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا :  
امر ما نوى به - آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی (ت)

(۳) نماز ہو جائے گی، اور اب مخالفت کا گناہ اور زیادہ کہ محض بلا دیر ہے، اور ثواب کا جواب  
اوپر گزرا۔

(۴) سنت سے فارغ ہو کر نماز جنازہ پڑھیں، نوافل و وظائف قطعاً بعد کو رکھیں۔ درمختار میں ہے،  
فی البحر قبیل الاذان من الجلی الفتوی علی بحر میں اذان سے ذرا پہلے علی صاحب علیہ سے  
تاخیر الجنائزۃ عن السنۃ۔ نقل ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جنازہ سنت کے  
بعد ہوگا۔ (مند)

ہاں اگر جنازہ کی حالت ایسی ہو کہ وہیں متغیر ہو جائے گا تو پہلے جنازہ پڑھیں پھر سنت وغیرہ۔ ارشاد  
میں ہے،

اجعت جنازۃ وسنة وقتية قدمت جنازہ اور سنت وقیعہ دونوں علیہ ہوں تو جنازہ  
الجنائزۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم مقدم ہوگا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ اذ سنیا ضلع بریلی مستور امیر علی صاحب ۱۶ شوال ۱۳۲۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ بریلی کی جامع مسجد میں نبی خانہ میں نماز جنازہ  
پڑھائی جائے اور امام نبی خانہ میں ہو اور مقتدی جامع مسجد میں اور نبی خانہ میں برابر صفت بندہ ہو اور دست  
سے یا نہیں؟

### الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو نہ امام جنازہ، نہ صغیر جنازہ۔ یہ سب مکروہ ہے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ اذ قدوری نے ضلع بریلیم ملک بنگال، مرسلہ نیلپور جس صاحب نے رزاقی مرشدی کرنا ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ  
(۱) مسجد کے باہر ٹیوب جانب جو سامنے پختہ صحن بنا ہوا رہتا ہے اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی

۲/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب کیف کان بدأ الوحی	لے صحیح البخاری
۱۱۳/۱	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	باب العیدین	لے درمختار
۱۱۵/۱۵۶/۲	ادارۃ القرآن کراچی	القول فی الدین	لے الاشباہ والنظائر

نماز پڑھی جاتی ہے اس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟  
(۲) اور کھڑی کا صندوق جو بمنزلہ تابوت کے ہوتا ہے اس کے اندر میت رکھ کر صندوق بند کیا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳ و ۴) اور کسی ولی یا سادات یا علماء کی قبریں پختہ یا نہ ہونا اور کسی ملک سے دوسرے ملک یا شہر سے دوسرے شہر لے جا کر دفن کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۵) اور میت کو کھڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اور قبر میں میت کے سینہ پر کفن کے نیچے شجرہ پیران طریقت رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) اور بزرگان دین نے جو اپنے وصال سے قبل اپنا کفن و تابوت و قبر پختہ اندر سے صحن پختہ کر کے تیار کر رکھا ہے ایسا قبل سے ان چیزوں کو ایسی حالتوں میں تیار رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیضا تو جروا۔

### الجواب

(۱) صحن مسجد یعنی مسجد ہے، فقہائے کرام اُسے مسجد صغیٰ یعنی گرمیوں کی اور مسقف درجہ کو مسجد شتویٰ یعنی بارشوں کی مسجد کہتے ہیں۔ اور نماز جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے کما فی التنبیہ والذکر وغیرہما (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت۔) ہاں حدیث مسجد سے باہر خانے مسجد میں جائز ہے۔  
(۲) میت اگر تابوت کے اندر ہو نماز اس پر اُسی طرح جائز ہے کھولنے کی حاجت نہیں۔

(۳ و ۴) قبر جس قدر میت سے متصل ہوتی اُس اندر دفن صحیح ہے پختہ کرنا ممنوع ہے اور باہر سے پختہ کرنے میں عرج نہیں اور مغفلان دینی کے لئے ایسا کرنے میں بہت مصالح شرعیہ ہیں۔ لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک کو لے جانا تو بڑی بات ہے دوسرے شہر کو لے جانا بھی ممنوع ہے، میل دو میل تک لیجانے میں عرج نہیں کما فی العالمگیریۃ وغیرہا جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت۔

(۵) تابوت میں دفن کرنا مکروہ و خلاف سنت مگر اُس حالت میں کو وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کے لئے عرج نہیں کما فی الہندیۃ وغیرہا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت۔)

(۶) بہتر یہ ہے کہ قبر میں طاق کھود کر اس میں شجرہ رکھا جائے اور تبرکات اگر سینہ پر رکھیں تو اُس کی ممانعت بھی ثابت نہیں والتفصیل فی الحروف الحسن (اور تفصیل ہمارے رسالہ "الحروف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن" میں ہے۔ ت۔)

(۷) کفن پہنے سے تیار رکھنے میں عرج نہیں اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہئے کما فی الدار المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت۔) قال اللہ تعالیٰ وما تدری نفس باقی اس رض

سموت لہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمیں میں ہوگی۔ ست) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دیاست کوٹہ راجپوتانہ محلہ چند گڑھ مسئلہ فضل احمد صاحب ۶ محرم ۱۳۳۹ھ  
(۱) کیا فرماتے ہیں علما سے دیے اسی مسئلہ میں کہ پچھلے ایک حصہ خام تھا اب باہل طقتہ مسجد کے سب پختہ بنا دیا گیا ہے آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں اور یہاں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں؟

(۲) خانہ کبر اور مسجد اقدس نبوی میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے؟ اور جب کعبہ شریف میں نماز پڑھتے ہیں تو مسجد میں کیا حرج ہے؟

### الجواب

(۱) یہ جگہ کہ مسجد سے خارج تھی اگر اسے پختہ کر کے صحن مسجد سے ملا دینا مسجد کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ تہجد و عیدین میں نمازیوں کو آرام ہو تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اس میں نماز جنازہ جائز ہے، اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اسے مسجد کر لیا گیا تو اب اس میں نماز جنازہ جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ از بلتہ شہر بالائے کوٹہ محلہ قاضی وارہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ  
صحن مسجد کے اندر ہے اور اس کے چاروں طرف فرش ہے اور اس کی پٹری پر چار پاتی رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، آیا یہ نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

قول راجح تہ یہ ہے کہ نماز مذکورہ مکروہ ہے، اور ایسا کرنا منع ہے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے کہ  
کوہت تحریما فی مسجد جماعتہ ہوا فی المیت  
فیہ و اختلف فی الخمار جۃ عن المسجد وحده  
او مع بعض القوم والخمار الکراهۃ مطلقا  
خلاصۃ الخ  
سے القرآن ۳۱/۳۴  
سکھ در مختار باب سنوۃ الجنائزہ  
مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی  
۱۲۳/۱

اور دوسرے قول پر صریح مذکور ہے یہ حرج قریبیں اس لئے کہ میت بیرون مسجد ہے فلا کراہۃ فی الصلوۃ  
 قال فی الغنیۃ هو المختار و ذکر علیہ العمل (تو نماز میں کراہت نہیں، غنیہ میں ہے، یہی مختار ہے  
 اور اسی پر عمل بنایا۔ ست) مگر جب کہ فرض میں مسجد چاروں طرف محیط ہے تو اس چٹری تک جنازہ کا لئے جانا  
 مسجد کے اندر ہی ہے۔ ہوگا اور یہ باتفاق حنفیہ مکروہ ہے، یہ سب اس وقت ہے کہ وسط مسجد میں عرض  
 خود بانی مسجد نے قبل مسجد میت بنایا ہو، ورنہ اگر مسجد ہو چکی اس کے بعد وسط میں یہ عرض بنوایا اگرچہ بانی  
 نے بنایا ہو تو اس کا بنانا حرام، اور اس سے وضو کرنا حرام، اور نماز جنازہ بالاتفاق مکروہ ہے و تحقیقہ  
 فی ما علقنا علی رد المحتار (اس کی تحقیق ہمارے حاشیہ رد المحتار میں ہے۔ ست) واللہ تعالیٰ اعلم۔  
**مسئلہ** از بانوہ ملک کاٹھیاواڈ مولوی عبدالمطلب صاحب یکم شعبان ۱۳۶۶ھ

یہاں نماز جنازہ کے لئے جو جگہ تعمیر کی گئی شہر سے دور فاصلہ پر ہے، بارش اور گرمی میں بڑی قوت  
 ہوتی ہے لہذا براے رفع تکلیف بستی کے جو پرانا صد سالہ قبرستان ہے کہ جس کے اندر اکثر قبریں  
 منہدم ہو چکی ہیں بسبب اہتمام کے دو گنوڑا کرکٹ اس کے اندر ڈالے ہیں اگر وہاں نماز جنازہ کے لئے  
 چوبترہ بنایا جائے تو جائز ہے یا چگونہ؟

### الجواب

قبور پر نماز ہرگز جائز نہیں، نہ ان پر کوڑا کرکٹ ڈالنا جائز، بندہ لیست کریں، ممانعت کریں،  
 ہاں اگر وہاں یا اس کے قریب کوئی قطعہ زمین ایسا ہو جہاں قبریں نہ تھیں تو وہاں نماز کی اجازت ہے۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔